THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No. 1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

الملحمۃ العظمٰی اور آرمگڈن: الہامی پیش گوئیاں اور ان کا موجودہ سیاسی بیانیوں میں استعمال

Al-Malhama al-Uzma and Armageddon: Divine Prophecies and Their Utilization in Contemporary Geopolitical Narratives

Asmat Ali khan [1]
Dr Qaisar Bilal[2]
Dr Muhammad Shafeeq[3]

Abstract

This study presents a comparative and critical analysis of Al-Malhama al-Uzma in Islamic eschatology and Armageddon in Judeo-Christian traditions, examining their theological foundations and contemporary geopolitical interpretations. Drawing upon primary Islamic and Biblical sources, the research highlights the doctrinal, geographical, and chronological differences between these eschatological concepts. It further explores how various ideological and political actors employ these prophecies to shape narratives, mobilize support, and legitimize political agendas. Using the framework of political theology, the study argues that the literal application of sacred end-time prophecies to contemporary conflicts can encourage extremism and distort scholarly understanding. The research emphasizes the need for critical interpretation, academic objectivity, and interdisciplinary engagement in the study of religious eschatology and its modern implications.

Keywords: Eschatology, Al-Malhama al-Uzma, Armageddon, Political Theology, Christian Zionism, Geopolitical Narratives.

خلاصہ

یہ تحقیقی مطالعہ اسلامی آخرالزمانیات میں "الملحمۃ العظمٰی" اور یہودی-عیسائی روایات میں "آرمگڈن" کے تصورات کا ایک جامع، تنقیدی اور تقابلی جائزہ پیش کرتا ہے، اور بالخصوص معاصر عالمی سیاسی بیانیوں میں ان کے تزویراتی استعمال کا تجزیہ کرتا ہے۔ اسلامی بنیادی مصادر (احادیث اور کلاسیکی شروحات) اور بائبلی ادب (عہدِ قدیم وجدید) کی

[1] PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Kohat University of Science and Technology, Kohat, Pakistan

[2] Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Kohat University of Science and Technology, Kohat, Pakistan

[3] Assistant Professor, Department of Social Sceinces, Kohat University of Science and Technology, Kohat, Pakistan

The Study of Religion and History

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No. 1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

روشنی میں، یہ مقالہ دونوں علامتی معرکوں کے مابین موجود گہرے الٰہیاتی، زمانی اور جغرافیائی تفاوت کو واضح کرتا ہے۔ سیاسی الٰہیات کے نظریاتی فریم ورک کو بروئے کار لاتے ہوئے، اس امر کا محاکمہ کیا گیا ہے کہ کس طرح غیر ریاستی عناصر جیسے داعش اور ریاستی پالیسیوں پر اثر انداز ہونے والی تحریکیں جیسے امریکی ایونجیلیکل کرسچن زائنزم، ان مقدس پیش گوئیوں کا سیاسی استحصال کرتی ہیں۔ یہ مقالہ یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ مابعد الطبیعیاتی پیش گوئیوں کو معاصر سیاسی و عسکری بحرانوں پر من و عن منطبق کرنا علمی دیانت کے منافی اور مذہبی انتہاپسندی کا موجب بنتا ہے۔ یہ مقالہ تجزیاتی اعتدال، بین العلومی تحقیق اور تاویلی احتیاط کی وکالت کرتا ہے۔

کلیدی الفاظ: آخر الزمانیات، الملحمۃ العظمیٰ، آرمگڈن، سیاسی الٰہیات، کرسچن زائنزم، جیوپولیٹیکل بیانیے۔

ا۔ تمہید

انسانی تاریخ میں مستقبل سے متعلق تصورات، آخری زمانے کے واقعات اور الہامی پیش گوئیوں (Divine Prophecies) نے مذہبی، فکری اور تہذیبی شعور کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ تقریباً تمام بڑے مذاہب میں ایسے تصورات پائے جاتے ہیں جو انسانی تاریخ کے اختتام، خیر و شر کی کشمکش، الٰہی مداخلت اور ایک نئے عالمی نظم کے قیام سے متعلق ہیں۔ ان تصورات کا تعلق محض عقائد سے نہیں بلکہ سماجی، سیاسی اور تہذیبی رویوں سے بھی ہے، جس کی وجہ سے مختلف ادوار میں ان کی تعبیرات اور تطبیقات میں نمایاں تبدیلیاں رونما ہوتی رہی ہیں۔[1]

اسلام میں آخر الزمانی روایات (Eschatological Traditions) کا ایک اہم مظہر "الملحمۃ العظمیٰ" کا تصور ہے، جس کا ذکر احادیث نبویہ میں قیامت کی بڑی نشانیوں کے ضمن میں آیا ہے۔ دوسری جانب یہودیت اور عیسائیت میں "آرمگڈن" (Armageddon) کو خیر و شر کی آخری جنگ اور خدائی منصوبے کی تکمیل کے ایک اہم مرحلے کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ اگرچہ دونوں تصورات اپنے مذہبی اور تاریخی پس منظر کے اعتبار سے مختلف ہیں، تاہم ان میں بعض مشترک عناصر بھی پائے جاتے ہیں، جیسے آخری معرکہ، الٰہی نصرت اور ایک نئے دور کا آغاز۔[2]

عصر حاضر میں عالمی سیاست، مشرق وسطیٰ کے تنازعات، مذہبی تحریکوں اور ذرائع ابلاغ کے فروغ نے ان تصورات کو ایک نئی اہمیت عطا کی ہے۔ بعض مذہبی اور سیاسی حلقے ان پیش گوئیوں کی تعبیر موجودہ عالمی حالات کی روشنی میں کرتے ہیں اور انہیں سیاسی بیانیوں، نظریاتی مقاصد اور جغرافیائی مفادات کے ساتھ جوڑتے ہیں۔ نتیجتاً، الہامی پیش گوئیاں محض مذہبی عقائد کا حصہ نہیں رہیں بلکہ جدید سیاسی مباحث اور بین الاقوامی تعلقات کے مطالعے میں بھی ایک اہم موضوع بن گئی ہیں۔[3]

زیر نظر مقالے کا مقصد الملحمۃ العظمیٰ اور آرمگڈن کے تصورات کا تقابلی اور تجزیاتی مطالعہ پیش کرنا ہے، تاکہ ان کے مذہبی ماخذات، فکری پس منظر اور جدید سیاسی بیانیوں میں ان کے استعمال کو واضح کیا جاسکے۔ مزید برآں، یہ تحقیق اس امر کا جائزہ بھی لے گی کہ کس حد تک موجودہ سیاسی حالات کو ان پیش گوئیوں پر منطبق کرنا علمی اور مذہبی اعتبار سے درست ہے، اور ان تعبیرات کے سماجی و سیاسی اثرات کیا ہیں۔

2۔ الہامی پیش گوئیوں کا تصور: ایک نظریاتی مطالعہ

2.1 مذہبی پیش گوئی کی تعریف

مذہبی پیش گوئی (Prophecy) سے مراد ایسے بیانات یا اطلاعات ہیں جو وحی، الہام یا خدائی رہنمائی کے ذریعے انبیاء یا برگزیدہ شخصیات کو عطا کیے جاتے ہیں اور جن کا تعلق مستقبل کے واقعات، اخلاقی تنبیہات یا الٰہی منصوبے کی تکمیل سے ہوتا ہے۔ مذہبی روایت میں پیش گوئی کا مقصد محض مستقبل کی خبر دینا نہیں بلکہ انسانوں کی اصلاح، ہدایت اور خدا کے ساتھ تعلق کو مضبوط بنانا بھی ہے۔[4]

لغوی اعتبار سے "Prophecy" یونانی لفظ Prophetes سے ماخوذ ہے، جس کے معنی "خدا کی طرف سے بولنے والے" کے ہیں۔ چنانچہ مذہبی پیش گوئی کو مستقبل بینی (Prediction) کے بجائے الٰہی پیغام رسانی (Divine Communication) کے تناظر میں سمجھا جاتا ہے۔[5]

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337
Vol.4 No. 1 2026

یہودیت، عیسائیت اور اسلام میں پیش گوئی کا تصور بنیادی حیثیت رکھتا ہے، تاہم ان مذاہب میں اس کے دائرۂ کار، نوعیت اور مقاصد میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق انبیاء علیہم السلام کو غیب کا علم ذاتی طور پر حاصل نہیں ہوتا بلکہ وہ صرف اسی قدر غیبی معلومات سے آگاہ کیے جاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ انہیں وحی کے ذریعے عطا فرماتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ۝ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ﴾ (الجن: 26-27)

اسی طرح بائبل میں بھی انبیاء کو خدا کے پیغام رساں کے طور پر پیش کیا گیا ہے جو مستقبل کے بعض واقعات سے متعلق خدائی ارادے سے آگاہ کرتے ہیں۔[6]

2.2 Eschatology کا تصور

"Eschatology" یونانی زبان کے دو الفاظ Eschatos (آخری) اور Logos (مطالعہ) سے مل کر بنا ہے، جس سے مراد "آخری امور کا علم" یا "آخرت اور آخری زمانے کے واقعات کا مطالعہ" ہے۔ مذہبیات میں Eschatology ایک ایسا شعبہ ہے جو دنیا کے اختتام، قیامت، حیات بعد الموت، جزا و سزا اور الٰہی بادشاہت کے قیام جیسے موضوعات کا احاطہ کرتا ہے۔[7]

جان جے کولنز (John J. Collins) کے مطابق:

"Apocalyptic thought emerges in times of crisis and provides hope by portraying divine intervention in history".

یعنی آخر الزمانی افکار عموماً بحران اور اضطراب کے زمانوں میں ابھرتے ہیں اور انسانوں کو یہ امید دلاتے ہیں کہ تاریخ کے دھارے میں بالآخر الٰہی مداخلت کے ذریعے عدل اور حق کا غلبہ ہوگا۔[8]

اسلامی روایت میں قیامت کی علامات، نزولِ مسیح، خروجِ دجال، یاجوج و ماجوج اور الملحمۃ العظمیٰ جیسے موضوعات Eschatology کے اہم اجزاء ہیں۔ اسی طرح یہودیت اور عیسائیت میں مسیحا کی آمد، مردوں کا دوبارہ زندہ ہونا، آرمگڈن اور خدائی بادشاہت کا قیام آخر الزمانی عقائد کا حصہ ہیں۔[9]

2.3 اسلامی اور یہودی-عیسائی تناظر

اسلامی تصورِ آخر الزمان وحیِ الٰہی، احادیث نبویہ اور عقیدہ آخرت پر مبنی ہے۔ اسلام میں آخری زمانے کے واقعات کا مقصد انسان کو دنیا کی ناپائیداری اور آخرت کی جواب دہی کا احساس دلانا ہے۔ قرآن مجید میں بار بار قیامت، حساب و کتاب اور جزا و سزا کا ذکر کیا گیا ہے، جبکہ احادیث نبویہ میں ان سے متعلق تفصیلات بیان ہوئی ہیں۔[10]

اس کے برعکس یہودیت میں "مسیحا" (Messiah) کے ظہور اور بنی اسرائیل کی بحالی کا تصور نمایاں ہے، جبکہ عیسائیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد، آرمگڈن اور خدا کی ابدی بادشاہت کا قیام بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ کتاب مکاشفہ (Book of Revelation) میں خیر و شر کے درمیان آخری معرکے اور شیطانی قوتوں کی شکست کا ذکر تفصیل سے ملتا ہے۔[11]

اگرچہ اسلام اور یہودی-عیسائی روایات میں بعض ظاہری مماثلتیں پائی جاتی ہیں، تاہم دونوں کے فکری پس منظر، مذہبی مقاصد اور تاریخی ارتقاء میں بنیادی فرق موجود ہے۔ اسلام میں آخر الزمانی روایات کا مرکز توحید، اخلاقی اصلاح اور آخرت کی تیاری ہے، جبکہ بعض یہودی اور عیسائی تعبیرات میں قومی، تاریخی اور نجاتی (Salvific) پہلو زیادہ نمایاں ہیں۔[12]

لہٰذا الملحمۃ العظمیٰ اور آرمگڈن جیسے تصورات کو سمجھنے کے لیے ان کے مذہبی اور تاریخی پس منظر کا مطالعہ ناگزیر ہے، کیونکہ ان کے بغیر جدید سیاسی تعبیرات اور ان کے اثرات کو درست طور پر سمجھنا ممکن نہیں۔

حوالہ جات (Chicago Footnotes)

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No. 1 2026

.1John J. Collins, The Apocalyptic Imagination (Grand Rapids: Eerdmans Publishing, 2016), 5.
.2Jean-Pierre Filiu, Apocalypse in Islam (Berkeley: University of California Press, 2011), 1-3.
.3Paul Boyer, When Time Shall Be No More (Cambridge: Harvard University Press, 1992), 12.
.4Mircea Eliade, The Encyclopedia of Religion (New York: Macmillan, 1987), 383.
.5John Bowker, The Oxford Dictionary of World Religions (Oxford: Oxford University Press, 1997), 763.
.6The Holy Bible, Amos 3:7.
.7John J. Collins, The Apocalyptic Imagination, 4.
.8Ibid., 12.
.9Catherine Wessinger, ed., The Oxford Handbook of Millennialism (Oxford: Oxford University Press, 2011), 3.
.10 ابوالحسین مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب الفتن وأشراط الساعۃ۔
.11The Holy Bible, Revelation 16:16.
.12Jean-Pierre Filiu, Apocalypse in Islam, 8-10.

3۔ الملحمۃ العظمیٰ: اسلامی مصادر کی روشنی میں

3.1 الملحمۃ العظمیٰ کا مفہوم

لفظ "ملحمہ" عربی مادہ "لحم" سے مشتق ہے، جس کے معنی شدید اختلاط اور باہمی گتھم گتھا ہونے کے ہیں۔ اصطلاح میں "الملحمۃ العظمیٰ" سے مراد وہ عظیم جنگ ہے جو قیامت سے قبل پیش آنے والے اہم واقعات میں شمار ہوتی ہے۔ احادیث نبویہ میں اس کا تذکرہ علاماتِ قیامت کے ضمن میں ہوا ہے اور اسے دجال کے خروج اور نزولِ عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے رونما ہونے والے اہم مراحل میں شمار کیا گیا ہے۔[1]

بعض علماء کے نزدیک "الملحمۃ العظمیٰ" محض ایک عسکری معرکہ نہیں بلکہ حق وباطل کے درمیان ایک فیصلہ کن کشمکش کی علامت ہے، جس کی حقیقی کیفیت اور زمانی تعیین اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔[2]

3.2 قرآنی اشارات

قرآن مجید میں لفظ "الملحمۃ العظمیٰ" صراحتاً مذکور نہیں، تاہم بعض آیات میں حق وباطل کی کشمکش، اہل ایمان کی آزمائش اور قیامت سے قبل رونما ہونے والے عظیم واقعات کی طرف اشارات ملتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۖ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا﴾
(البقرة: 214)

اسی طرح فرمایا:

﴿حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ﴾
(الأنبياء: 96)»

اگرچہ ان آیات میں الملحمۃ العظمیٰ کا براہ راست ذکر نہیں، لیکن مفسرین نے انہیں آخری زمانے کے فتنوں اور عظیم آزمائشوں کے عمومی تناظر میں بیان کیا ہے۔[3]

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No. 1 2026

3.3 احادیث نبویہ میں الملحمۃ العظمیٰ

الملحمۃ العظمیٰ کا اصل ماخذ احادیث نبویہ ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا تقوم الساعة حتى ينزل الروم بالأعماق أو بدابق، فيخرج إليهم جيش من المدينة من خيار أهل الأرض يومئذٍ..."

"قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ رومی اعماق یا دابق میں اتریں گے، پھر مدینہ سے اس وقت کے بہترین لوگوں کا لشکر ان کے مقابلے کے لیے نکلے گا۔"[4]

ایک دوسری روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"ثم تكون الملحمة الكبرى..."

"پھر عظیم جنگ (الملحمۃ العظمیٰ) برپا ہوگی۔"[5]

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ دجال کے خروج اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے پہلے رونما ہوگا۔ تاہم ان روایات میں مذکور اقوام، مقامات اور واقعات کی قطعی تعیین کے بارے میں علماء نے احتیاط سے کام لیا ہے۔

3.4 امام نوویؒ کی تشریح

امام یحییٰ بن شرف النوویؒ (676ھ) نے شرح صحیح مسلم میں ان احادیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "روم" سے مراد اس دور کی عیسائی اقوام ہیں، تاہم یہ ضروری نہیں کہ ہر زمانے میں اس کا مصداق ایک ہی قوم ہو۔[6]

امام نوویؒ کے نزدیک ان احادیث پر ایمان رکھنا ضروری ہے، لیکن ان کی جزئی تفصیلات اور زمانی تعیین کے بارے میں قطعیت اختیار کرنا درست نہیں، کیونکہ یہ امور غیبی ہیں اور ان کی حقیقی کیفیت اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔[7]

3.5 حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی آراء

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (852ھ) نے "فتح الباری" میں علاماتِ قیامت سے متعلق روایات پر بحث کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ ان احادیث میں مذکور واقعات کی تعیین میں جلد بازی اور معاصر واقعات پر انطباق سے اجتناب ضروری ہے۔[8]

وہ لکھتے ہیں:

"وقد وقع من الناس في هذا الباب أشياء كثيرة مبنية على الظنون."

"اس باب میں لوگوں نے محض ظنون اور قیاسات کی بنیاد پر بہت سی باتیں بیان کی ہیں۔"[9]

ابن حجر کے نزدیک علاماتِ قیامت کی حقیقی ترتیب اور تفصیلات کا علم قطعی طور پر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، اس لیے ہر دور کے سیاسی واقعات کو ان روایات کا مصداق قرار دینا علمی احتیاط کے خلاف ہے۔

3.6 حافظ ابن کثیرؒ کا نقطۂ نظر

حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ (774ھ) نے "النہایۃ فی الفتن والملاحم" میں الملحمۃ العظمیٰ سے متعلق متعدد احادیث جمع کی ہیں اور ان سے استدلال کرتے ہوئے اسے قیامت کی بڑی نشانیوں میں شمار کیا ہے۔[10]

ابن کثیر کے مطابق الملحمۃ العظمیٰ، فتح قسطنطنیہ، خروج دجال اور نزول عیسیٰ علیہ السلام ایک دوسرے سے مربوط واقعات ہیں۔ تاہم انہوں نے بھی ان واقعات کی زمانی تعیین میں احتیاط برتی ہے اور قطعی رائے قائم کرنے سے اجتناب کیا ہے۔[11]

3.7 معاصر علماء کی آراء

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.4 No. 1 2026
ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

(الف)یوسف القرضاوی

ڈاکٹر یوسف القرضاویؒ کے نزدیک احادیثِ فتن اور علاماتِ قیامت پر ایمان رکھنا ضروری ہے، لیکن ہر سیاسی واقعے کو ان روایات پر منطبق کرنا درست نہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"الإغراق في تفسير أحداث العصر بأحاديث الفتن يؤدي إلى أخطاء كثيرة."

"ہر معاصر واقعے کو احادیثِ فتن کی روشنی میں بیان کرنا بہت سی علمی غلطیوں کا باعث بنتا ہے۔"[12]

(ب)وہبہ الزحیلی

ڈاکٹر وہبہ الزحیلیؒ کے مطابق غیبی امور میں قطعیت اختیار کرنا درست نہیں، کیونکہ ان کا تعلق ان امور سے ہے جن کی حقیقت صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔[13]

(ج)سلمان العودہ

شیخ سلمان العودہ کے نزدیک احادیثِ فتن کی تعبیر میں جذباتیت کے بجائے علمی اعتدال ضروری ہے، کیونکہ تاریخ میں متعدد مرتبہ لوگوں نے اپنے زمانے کے واقعات کو علاماتِ قیامت قرار دیا، لیکن بعد میں وہ تعبیرات درست ثابت نہیں ہوئیں۔[14]

3.8 داعش اور الملحمۃ العظمیٰ کی سیاسی تعبیر

معاصر دور میں داعش نے شام کے شہر دابق کو احادیث میں مذکور مقام قرار دیتے ہوئے اپنی جنگ کو "الملحمۃ العظمیٰ" کا آغاز ثابت کرنے کی کوشش کی۔ تنظیم نے اپنے انگریزی مجلے کا نام "Dabiq" رکھا اور نوجوانوں کو اس نظریے کے ذریعے اپنی طرف متوجہ کیا۔[15]

ولیم میک کینٹس (William McCants) کے مطابق داعش نے آخر الزمانی روایات کو اپنی سیاسی اور عسکری حکمت عملی کا بنیادی عنصر بنایا، حالانکہ جمہور علماء نے اس تعبیر کو مسترد کیا۔[16]

حوالہ جات (Chicago Style Footnotes)

1. ابن منظور، لسان العرب (بیروت: دار صادر)، مادہ "لحم"۔
2. Jean-Pierre Filiu, Apocalypse in Islam (Berkeley: University of California Press, 2011), 45.
3. اسماعیل بن عمر ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم (بیروت: دار الفکر)، 5:191.
4. مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ، حدیث نمبر 2897۔
5. ابوداود، السنن، کتاب الملاحم، حدیث نمبر 4292۔
6. یحییٰ بن شرف النووی، شرح صحیح مسلم (بیروت: دار احیاء التراث العربی)، 18:21۔
7. ایضاً، 18:23۔
8. احمد بن علی ابن حجر العسقلانی، فتح الباری (بیروت: دار المعرفۃ)، 13:79۔
9. ایضاً، 13:81۔
10. اسماعیل بن عمر ابن کثیر، النہایۃ فی الفتن والملاحم (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1991)، 1:255۔
11. ایضاً، 1:267۔
12. یوسف القرضاوی، الصحوۃ الإسلامیۃ بین الجحود والتطرف (قاہرہ: دار الشروق، 2001)، 188۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.4 No. 1 2026
ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

13. وہبہ الزحیلی، التفسیر المنیر (دمشق: دار الفکر، 2009)، 17:245۔

14. سلمان العودہ، أشراط الساعۃ (ریاض: مؤسسۃ الإسلام الیوم)، 61۔

15. Jean-Pierre Filiu, Apocalypse in Islam, 214.

16. William McCants, The

17. ISIS Apocalypse (New York: St. Martin's Press, 2015), 3.

4۔ آرمگڈن: بائبل اور یہودی-عیسائی روایات میں

4.1 آرمگڈن کا مفہوم اور اصطلاحی پس منظر

آرمگڈن (Armageddon) یہودی-عیسائی آخر الزمانی عقائد (Eschatological Beliefs) کا ایک بنیادی تصور ہے، جو خیر و شر کے درمیان آخری اور فیصلہ کن معرکے کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ لفظ "آرمگڈن" (Ἁρμαγεδών) یونانی زبان کے ذریعے عبرانی اصطلاح Har Megiddo (ہرِ مجدو) سے ماخوذ ہے، جس کے معنی "مجدو کا پہاڑ" ہیں۔ مجدو (Megiddo) فلسطین کے شمالی علاقے میں واقع ایک تاریخی مقام ہے، جہاں قدیم زمانے میں متعدد جنگیں لڑی گئیں۔ اسی وجہ سے یہ مقام جنگ، تباہی اور تاریخی تبدیلی کی علامت بن گیا۔[1]

عیسائی روایت میں آرمگڈن ایک جغرافیائی مقام کے ساتھ ساتھ ایک علامتی تصور بھی ہے، جو دنیا کی آخری جنگ، شیطانی قوتوں کی شکست اور خدا کی بادشاہت کے قیام کی نمائندگی کرتا ہے۔[2]

4.2 عہد قدیم (Old Testament) میں آخر الزمانی تصورات

اگرچہ لفظ "آرمگڈن" براہ راست عہد قدیم میں مذکور نہیں، لیکن یہودی صحائف میں آخری معرکے، خدائی مداخلت اور قوموں کے اجتماع کے حوالے سے متعدد پیش گوئیاں موجود ہیں۔ خصوصاً کتاب حزقی ایل (Ezekiel) میں "جوج اور ماجوج" (Gog and Magog) کے خلاف جنگ کا ذکر کیا گیا ہے:

« "اور تو جوج کے خلاف نبوت کر اور کہہ: خداوند خدا یوں فرماتا ہے، اے جوج! میں تیرے خلاف ہوں۔"

(حزقی ایل 38:2-3)[3] »

اسی طرح کتاب دانیال (Book of Daniel) میں بھی آخری زمانے، مردوں کے دوبارہ زندہ ہونے اور خدائی عدالت کا تصور موجود ہے، جس نے بعد کی یہودی اور عیسائی آخر الزمانی فکر پر گہرا اثر ڈالا۔[4]

یہودی روایات میں "مسیحا" (Messiah) کے ظہور، بنی اسرائیل کی بحالی اور اقوام عالم پر الٰہی غلبے کا تصور بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔[5]

4.3 عہد جدید (New Testament) اور کتاب مکاشفہ میں آرمگڈن

آرمگڈن کا واضح ذکر عہد جدید کی آخری کتاب، "کتاب مکاشفہ" (Book of Revelation)، میں ملتا ہے۔ یوحنا رسول (John the Apostle) بیان کرتے ہیں:

« "اور انہوں نے ان بادشاہوں کو اس مقام پر جمع کیا جسے عبرانی زبان میں ہرمجدون کہا جاتا ہے۔"

(مکاشفہ 16:16)[6] »

کتاب مکاشفہ میں بیان کیا گیا ہے کہ دنیا کی شیطانی طاقتیں ایک عظیم جنگ کے لیے جمع ہوں گی، لیکن بالآخر خدا کی قوت غالب آئے گی، شیطان شکست کھائے گا اور خدا کی ابدی بادشاہت قائم ہوگی۔[7]

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337
Vol.4 No. 1 2026

عیسائی الٰہیات میں اس جنگ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد (Second Coming of Christ) کے ساتھ مربوط کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ہزار سالہ بادشاہت (Millennial Kingdom) اور حتمی خدائی عدالت کا مرحلہ آتا ہے۔[8]

4.4 یہودی روایات میں مسیحائی جنگ کا تصور

یہودی مذہبی ادب، خصوصاً تلمود (Talmud) اور ربانی روایات میں "مسیح بن داؤد" (Messiah ben David) کے ظہور اور "جوج وماجوج" کے خلاف جنگ کا تصور موجود ہے۔ یہ جنگ بنی اسرائیل کی نجات اور خدا کی بادشاہت کے قیام کا پیش خیمہ سمجھی جاتی ہے۔[9]

اگرچہ یہودی مذہب میں آرمگڈن کی اصطلاح عام نہیں، لیکن "آخری جنگ" اور "قوموں کے اجتماع" کے تصورات اس کی فکری بنیاد فراہم کرتے ہیں۔[10]

4.5 عیسائی الٰہیات میں آرمگڈن کی تعبیرات

عیسائی علماء کے درمیان آرمگڈن کی تعبیر کے حوالے سے مختلف مکاتبِ فکر پائے جاتے ہیں:

(الف) Premillennialism

اس نظریے کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام آرمگڈن کی جنگ کے بعد واپس آئیں گے اور ایک ہزار سالہ بادشاہت قائم کریں گے۔ یہ نظریہ ایونجیلیکل عیسائیت میں خاصا مقبول ہے۔[11]

(ب) Postmillennialism

اس نظریے کے مطابق مسیح کی آمد سے قبل دنیا میں امن، انصاف اور مسیحی اقدار کا غلبہ ہوگا، جس کے بعد آخری مرحلہ آئے گا۔[12]

(ج) Amillennialism

اس مکتبِ فکر کے مطابق ہزار سالہ بادشاہت ایک علامتی تصور ہے اور آرمگڈن کو حقیقی جنگ کے بجائے خیر و شر کی روحانی کشمکش کے طور پر سمجھا جاتا ہے۔[13]

4.6 ایونجیلیکل عیسائیت اور جدید تعبیرات

بیسویں صدی میں ایونجیلیکل (Evangelical) عیسائیت نے آرمگڈن کے تصور کو خاص اہمیت دی۔ خصوصاً ڈسپنسیشنل ازم (Dispensationalism) کے نظریے کے تحت اسرائیل کے قیام (1948ء) اور مشرقِ وسطیٰ کے حالات کو بائبل کی پیش گوئیوں کی تکمیل قرار دیا گیا۔[14]

ہال لنڈسے (Hal Lindsey) نے اپنی مشہور کتاب The Late Great Planet Earth میں سرد جنگ، اسرائیل اور عالمی سیاست کو آرمگڈن کی علامات کے طور پر پیش کیا۔[15]

پال بوئیر (Paul Boyer) کے مطابق:

«".Apocalyptic beliefs have exercised a powerful influence on American political culture and foreign policy"»

"آخرالزمانی عقائد نے امریکی سیاسی ثقافت اور خارجہ پالیسی پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔"[16]

4.7 Christian Zionism اور آرمگڈن

جدید Christian Zionism کا ایک اہم نظریاتی ستون آرمگڈن کا تصور ہے۔ اس فکر کے مطابق اسرائیل کا قیام، یروشلم پر یہودی کنٹرول اور مشرقِ وسطیٰ میں مخصوص سیاسی حالات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد اور آخری جنگ کی تیاری کا حصہ ہیں۔[17]

اسٹیفن سپیکٹر (Stephen Spector) لکھتے ہیں:

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.4 No. 1 2026
ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

"For many Evangelicals, support for Israel is not merely political but theological"

"بہت سے ایونجیلیکل عیسائیوں کے لیے اسرائیل کی حمایت صرف سیاسی نہیں بلکہ مذہبی اور عقیدتی مسئلہ بھی ہے۔"[18]

4.8 علمی و تنقیدی جائزہ

معاصر مذہبیات کے محققین کے مطابق آرمگڈن کو لفظی جنگ کے بجائے علامتی اور روحانی مفہوم میں سمجھنا زیادہ مناسب ہے۔ جان جے کولنز (John J. Collins) کے مطابق:

"Apocalyptic texts are symbolic expressions of hope rather than precise predictions of historical events".

"آخرالزمانی متون تاریخی واقعات کی قطعی پیش گوئیاں نہیں بلکہ امید اور الٰہی انصاف کی علامتی تعبیرات ہیں۔"[19]

اسی طرح کیرن آرمسٹرانگ (Karen Armstrong) کے مطابق مذہبی پیش گوئیوں کو موجودہ سیاسی حالات پر منطبق کرنے میں احتیاط ضروری ہے، کیونکہ اس سے مذہب اور سیاست کا ایک ایسا امتزاج پیدا ہو سکتا ہے جو تصادم اور انتہاپسندی کو فروغ دے۔[20]

(Chicago Style Footnotes) حوالہ جات

.1John J. Collins, The Apocalyptic Imagination (Grand Rapids: Eerdmans, 2016), 269.
.2Paul Boyer, When Time Shall Be No More (Cambridge: Harvard University Press, 1992), 43.
.3The Holy Bible, Ezekiel 38:2-3.
.4John J. Collins, Daniel: A Commentary on the Book of Daniel (Minneapolis: Fortress Press, 1993), 390.
.5Jacob Neusner, Judaism: An Introduction (Louisville: Westminster John Knox Press, 2006), 210.
.6The Holy Bible, Revelation 16:16.
.7Craig R. Koester, Revelation and the End of All Things (Grand Rapids: Eerdmans, 2001), 150.
.8George Eldon Ladd, The Presence of the Future (Grand Rapids: Eerdmans, 1974), 275.
.9Babylonian Talmud, Sanhedrin 97b.
.10Jacob Neusner, Judaism: An Introduction, 213.
.11Paul Boyer, When Time Shall Be No More, 137.
.12Millard J. Erickson, Christian Theology (Grand Rapids: Baker Academic, 2013), 1221.
.13Ibid., 1227.
.14Stephen Spector, Evangelicals and Israel (Oxford: Oxford University Press, 2009), 15.
.15Hal Lindsey, The Late Great Planet Earth (Grand Rapids: Zondervan, 1970), 54.
.16Paul Boyer, When Time Shall Be No More, 5.
.17Stephen Spector, Evangelicals and Israel, 23.
.18Ibid., 15.
.19John J. Collins, The Apocalyptic Imagination, 12.
.20Karen Armstrong, The Battle for God (New York: Ballantine Books, 2000), 365.

5۔ الملحمۃ العظمیٰ اور آرمگڈن کا تقابلی مطالعہ

5.1 تمہید

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No. 1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

اسلامی اور یہودی-عیسائی آخرالزمانی روایات میں "الملحمۃ العظمیٰ" اور "آرمگڈن" دو ایسے تصورات ہیں جو انسانی تاریخ کے اختتامی مراحل، خیر و شر کی کشمکش اور الٰہی مداخلت کے تصور سے وابستہ ہیں۔ اگرچہ دونوں تصورات میں بعض ظاہری مماثلتیں پائی جاتی ہیں، تاہم ان کے مذہبی ماخذات، تاریخی پس منظر، واقعاتی ترتیب، اور الٰہی منصوبے کی تفہیم میں بنیادی فرق موجود ہے۔ اس لیے دونوں تصورات کا تقابلی مطالعہ نہ صرف اسلامی اور عیسائی مذہبیات (Theology) کے فہم میں معاون ہے بلکہ عصر حاضر میں ان کی سیاسی تعبیرات کے تجزیے کے لیے بھی ناگزیر ہے۔[1]

5.2 مفہوم اور اصطلاحی فرق

اسلامی روایت میں "الملحمۃ العظمیٰ" سے مراد قیامت سے قبل پیش آنے والی ایک عظیم جنگ ہے، جس کا ذکر احادیث نبویہ میں آیا ہے۔ یہ جنگ علاماتِ قیامت کے سلسلے کا ایک حصہ ہے اور اس کے بعد فتح قسطنطنیہ، خروج دجال اور نزول عیسیٰ علیہ السلام جیسے واقعات پیش آئیں گے۔[2]

اس کے برعکس، آرمگڈن عیسائی روایت میں خیر و شر کے درمیان آخری معرکے کا نام ہے، جس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد، شیطان کی شکست اور خدا کی ابدی بادشاہت کا قیام عمل میں آئے گا۔[3]

اس طرح الملحمۃ العظمیٰ ایک مخصوص مرحلہ (Phase) ہے، جبکہ آرمگڈن کو اکثر عیسائی الٰہیات میں آخری اور فیصلہ کن جنگ کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

5.3 ماخذات کا تقابلی جائزہ

الملحمۃ العظمیٰ کا بنیادی ماخذ احادیث نبویہ ہیں، جبکہ قرآن مجید میں اس کا صریح ذکر موجود نہیں۔ اس موضوع سے متعلق روایات صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن ترمذی اور دیگر کتب حدیث میں مذکور ہیں۔[4]

اس کے برعکس آرمگڈن کا اصل ماخذ عہد جدید (New Testament) کی کتاب مکاشفہ (Book of Revelation) ہے، جبکہ اس کی فکری جڑیں عہد قدیم کی بعض پیش گوئیوں اور یہودی روایات میں پائی جاتی ہیں۔[5]

چنانچہ دونوں تصورات کے مذہبی مصادر مختلف ہیں؛ ایک حدیثی روایت پر قائم ہے جبکہ دوسرا بائبلی ادب (Biblical Literature) کا حصہ ہے۔

5.4 وقوع اور زمانی ترتیب

اسلامی روایات کے مطابق الملحمۃ العظمیٰ، دجال کے خروج سے پہلے اور نزولِ عیسیٰ علیہ السلام سے کچھ عرصہ قبل پیش آئے گی۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے اور ایک دورِ امن قائم ہوگا۔[6]

عیسائی روایت میں آرمگڈن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی (Second Coming) کے ساتھ جوڑا جاتا ہے اور اسے دنیا کے آخری معرکے کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، جس کے بعد ہزار سالہ بادشاہت (Millennial Kingdom) اور آخری عدالت کا مرحلہ آتا ہے۔[7]

5.5 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کردار

اسلام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد دجال کو قتل کریں گے اور عدل و انصاف پر مبنی نظام قائم کریں گے۔ تاہم الملحمۃ العظمیٰ ان کے نزول سے پہلے وقوع پذیر ہوگی۔[8]

اس کے برعکس عیسائی عقیدہ میں حضرت مسیح علیہ السلام بذات خود آرمگڈن کی جنگ میں فتح کے قائد ہیں اور ان کی آمد ہی شیطانی قوتوں کی شکست کا سبب بنتی ہے۔[9]

یہ فرق دونوں مذاہب کے مسیحی تصور (Christology) میں بنیادی اختلاف کی نشاندہی کرتا ہے۔

5.6 خیر و شر کی کشمکش

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No. 1 2026

اسلامی تصور میں الملحمۃ العظمیٰ ایمان اور کفر کے درمیان ایک عظیم آزمائش ہے، لیکن اس کا مقصد دنیا کا خاتمہ نہیں بلکہ قیامت سے قبل بعض اہم واقعات کی تکمیل ہے۔[10]

عیسائی روایت میں آرمگڈن ایک کونیاتی (Cosmic) جنگ ہے، جس میں شیطان، دجال (Antichrist) اور شر کی قوتیں مکمل طور پر شکست کھاتی ہیں اور خدا کی بادشاہت قائم ہوتی ہے۔[11]

5.7 مقام اور جغرافیائی پہلو

احادیث نبویہ میں الملحمۃ العظمیٰ کے سلسلے میں "اعماق" اور "دابق" کا ذکر ملتا ہے، جو شام کے علاقے میں واقع ہیں۔[12]

آرمگڈن کے حوالے سے "مجدو" (Megiddo) کا مقام بیان کیا جاتا ہے، جو موجودہ فلسطین میں واقع ایک تاریخی مقام ہے۔ تاہم بہت سے جدید عیسائی علماء اس مقام کو علامتی تصور کرتے ہیں نہ کہ ایک لازمی جغرافیائی مقام۔[13]

5.8 تعبیرات اور مذہبی مکاتب فکر

اسلامی علماء، خصوصاً امام نووی، ابن حجر عسقلانی اور ابن کثیر، ان روایات کی تعبیر میں احتیاط اور عدم قطعیت پر زور دیتے ہیں۔[14]

دوسری طرف عیسائی دنیا میں Premillennialism، Postmillennialism اور Amillennialism جیسے مختلف مکاتب فکر آرمگڈن کی نوعیت اور زمانی ترتیب کے بارے میں مختلف آراء رکھتے ہیں۔[15]

5.9 جدید سیاسی تعبیرات

معاصر دور میں دونوں تصورات کو مختلف سیاسی اور نظریاتی حلقوں نے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا ہے۔ داعش نے الملحمۃ العظمیٰ کو اپنے جہادی بیانیے کا حصہ بنایا، جبکہ بعض ایونجیلیکل اور Christian Zionist حلقوں نے آرمگڈن کو اسرائیل اور مشرق وسطیٰ کی سیاست سے جوڑ دیا۔[16]

اس کے نتیجے میں مذہبی پیش گوئیاں سیاسی تعبیرات اور جغرافیائی مفادات کا حصہ بن گئی ہیں۔

حوالہ جات (Chicago Style Footnotes)

1. John J. Collins, The Apocalyptic Imagination (Grand Rapids: Eerdmans, 2016),.

2. مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب الفتن، حدیث: 2897۔

3. Craig R. Koester, Revelation and the End of All Things (Grand Rapids: Eerdmans, 2001), 150.

4. ابوداؤد، السنن، کتاب الملاحم، حدیث: 4292۔

5. The Holy Bible, Revelation 16:16.

6. اسماعیل بن عمر ابن کثیر، النہایۃ فی الفتن والملاحم (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1991)، 1:267۔

7. George Eldon Ladd, The Presence of the Future (Grand Rapids: Eerdmans, 1974), 275.

8. یحییٰ بن شرف النووی، شرح صحیح مسلم (بیروت: دار احیاء التراث العربی)، 18:56۔

9. Millard J. Erickson, Christian Theology (Grand Rapids: Baker Academic, 2013), 1221.

10. ابن حجر العسقلانی، فتح الباری (بیروت: دار المعرفۃ)، 13:81۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.4 No. 1 2026
ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

.Craig R. Koester, Revelation and the End of All Things, 152.11

12. مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، حدیث:2897۔

.Paul Boyer, When Time Shall Be No More (Cambridge: Harvard University Press, 1992), 43.13

14. ابن حجر العسقلانی، فتح الباری، 13:79؛ النووی، شرح صحیح مسلم، 18:23۔

.Millard J. Erickson, Christian Theology, 1221–1228.15

Stephen Spector, Evangelicals ؛William McCants, The ISIS Apocalypse (New York: St. Martin's Press, 2015), 3.16
.and Israel (Oxford: Oxford University Press, 2009), 15

6۔ مذہبی پیش گوئیوں کی سیاسی تعبیر: نظریاتی بنیادیں اور معاصر تناظر

6.1 تمہید

مذہبی پیش گوئیاں (Religious Prophecies) انسانی تاریخ میں محض روحانی اور اعتقادی حقائق کی ترجمان نہیں رہیں، بلکہ مختلف ادوار میں ان کی سیاسی، سماجی اور تہذیبی تعبیرات بھی سامنے آتی رہی ہیں۔ خصوصاً آخرالزمانی پیش گوئیوں (Apocalyptic Prophecies) کو مختلف سیاسی قوتوں، مذہبی تحریکوں اور نظریاتی گروہوں نے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا ہے۔ جدید دور میں جب مذہب، سیاست اور ذرائع ابلاغ کے درمیان تعلقات مزید پیچیدہ ہوئے ہیں، تو مذہبی پیش گوئیوں کی سیاسی تعبیر (Political Interpretation of Prophecy) ایک اہم علمی موضوع کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔[1]

سیاسی تعبیر سے مراد یہ ہے کہ مذہبی متون میں مذکور مستقبل کے واقعات کو معاصر سیاسی حالات، جنگوں، بین الاقوامی تنازعات اور جغرافیائی تبدیلیوں پر منطبق کرتے ہوئے انہیں ایک مخصوص نظریاتی یا سیاسی مفہوم دیا جائے۔[2]

6.2 مذہب اور سیاست کا باہمی تعلق: ایک نظریاتی جائزہ

مذہب اور سیاست کے باہمی تعلق پر قدیم اور جدید ادوار میں وسیع بحث کی گئی ہے۔ اگرچہ جدید سیکولر نظریات مذہب اور سیاست کو الگ الگ دائرے قرار دیتے ہیں، تاہم حقیقت یہ ہے کہ مذہب ہمیشہ سے سیاسی شعور، سماجی شناخت اور اجتماعی فیصلوں پر اثر انداز ہوتا رہا ہے۔[3]

کارل شمٹ (Carl Schmitt) کے مطابق:

"جدید سیاسی تصورات دراصل سیکولرائزڈ مذہبی تصورات ہیں۔"[4]

شمٹ کے نزدیک اقتدار، حاکمیت اور فیصلہ سازی جیسے سیاسی تصورات کی جڑیں مذہبی فکر میں پیوست ہیں۔ اسی بنا پر مذہبی پیش گوئیاں سیاسی نظاموں اور اجتماعی شعور پر اثر انداز ہوتی ہیں۔

مارک جورگنسمائر (Mark Juergensmeyer) کے مطابق:

"Cosmic war images provide a sacred legitimacy to worldly political conflicts."

"کونیاتی جنگ کے مذہبی تصورات دنیاوی سیاسی تنازعات کو مقدس جواز فراہم کرتے ہیں۔"[5]

6.3 سیاسی الٰہیات (Political Theology) اور مذہبی پیش گوئیاں

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337
Vol.4 No. 1 2026

سیاسی الٰہیات (Political Theology) ایک ایسا علمی میدان ہے جو مذہبی عقائد اور سیاسی نظاموں کے باہمی تعلق کا مطالعہ کرتا ہے۔ اس تناظر میں مذہبی پیش گوئیاں محض عقائدی مسائل نہیں رہتیں بلکہ وہ سیاسی شناخت، قومی بیانیے اور اجتماعی شعور کا حصہ بن جاتی ہیں۔[6]

جان کولنز (John J. Collins) کے مطابق:

"Apocalyptic traditions often emerge in times of oppression and social crises."

"آخرالزمانی روایات عموماً سیاسی بحران اور سماجی اضطراب کے زمانوں میں نمایاں ہوتی ہیں۔"[7]

چنانچہ مذہبی پیش گوئیاں معاشروں میں امید، مزاحمت اور بعض اوقات انقلابی جذبات کو فروغ دینے کا ذریعہ بنتی ہیں۔

6.4 اپوکلیپٹک ازم (Apocalypticism) اور سیاسی شعور

Apocalypticism ایک ایسا فکری رجحان ہے جس کے مطابق موجودہ عالمی نظام ایک عظیم بحران کی طرف بڑھ رہا ہے اور بالآخر الٰہی مداخلت کے ذریعے ایک نیا عادلانہ نظام قائم ہوگا۔[8]

کیترین ویسنگر (Catherine Wessinger) لکھتی ہیں:

"Apocalyptic beliefs shape collective behavior and social expectations."

"آخرالزمانی عقائد اجتماعی رویوں اور سماجی توقعات کی تشکیل کرتے ہیں۔"[9]

اسی وجہ سے مذہبی پیش گوئیاں سیاسی تحریکوں، انقلابی گروہوں اور بعض مذہبی جماعتوں کے لیے نظریاتی محرک بن جاتی ہیں۔

6.5 مذہبی پیش گوئیوں کی سیاسی تعبیر کے اسباب

(الف) شناخت اور اجتماعیت

مذہبی پیش گوئیاں ایک خاص گروہ کو یہ احساس دلاتی ہیں کہ وہ الٰہی منصوبے کا حصہ ہیں، جس سے ان کی اجتماعی شناخت مضبوط ہوتی ہے۔[10]

(ب) بحرانوں کی تعبیر

سیاسی اور سماجی بحرانوں کے زمانے میں لوگ موجودہ حالات کو مذہبی متون کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جنگیں، معاشی بحران اور عالمی کشیدگی اکثر آخرالزمانی تعبیرات کو فروغ دیتی ہیں۔[11]

(ج) سیاسی جواز

حکومتیں، تحریکیں اور مذہبی گروہ اپنے سیاسی اقدامات کے لیے مذہبی پیش گوئیوں کو جواز کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔[12]

(د) عوامی نفسیات پر اثر

مذہبی پیش گوئیاں خوف، امید اور نجات کے احساسات پیدا کرتی ہیں، جو عوامی رویوں اور سیاسی رجحانات پر گہرا اثر ڈالتی ہیں۔[13]

6.6 معاصر تناظر میں مذہبی پیش گوئیوں کی تعبیر

(الف) مشرقِ وسطیٰ اور آخرالزمانی بیانیے

فلسطین، شام، عراق اور ایران کے تنازعات کو بعض مذہبی حلقے آخرالزمانی پیش گوئیوں کے تناظر میں دیکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ واقعات الٰہی منصوبے کا حصہ ہیں اور مستقبل میں ایک عظیم معرکے کا پیش خیمہ ثابت ہوں گے۔[14]

(ب) ایونجیلیکل عیسائیت اور Christian Zionism

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No. 1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

امریکہ میں بعض ایونجیلیکل حلقے اسرائیل کے قیام اور مشرق وسطیٰ کی سیاست کو بائبلی پیش گوئیوں کی تکمیل تصور کرتے ہیں۔ اس تصور نے امریکی خارجہ پالیسی اور اسرائیل کی حمایت پر بھی اثرات مرتب کیے ہیں۔[15]

(ج) انتہا پسند تنظیموں کی تعبیرات

داعش اور دیگر شدت پسند تنظیموں نے احادیثِ فتن اور الملحمۃ العظمیٰ کی روایات کو اپنے سیاسی اور عسکری مقاصد کے لیے استعمال کیا۔ ان تنظیموں نے نوجوانوں کو متوجہ کرنے کے لیے آخر الزمانی بیانیوں سے فائدہ اٹھایا۔[16]

(د) میڈیا اور سوشل میڈیا

ڈیجیٹل دور میں سوشل میڈیا، یوٹیوب اور مذہبی پلیٹ فارمز نے آخر الزمانی نظریات کو وسیع پیمانے پر پھیلایا ہے۔ متعدد غیر مستند تجزیے جنگوں اور سیاسی بحرانوں کو قیامت کی علامات سے جوڑتے ہیں، جس سے خوف، سازشی نظریات اور مذہبی جذبات کو تقویت ملتی ہے۔[17]

6.7 اسلامی نقطۂ نظر: تعبیر میں اعتدال

اسلامی تعلیمات میں غیب کے قطعی علم کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص قرار دیا گیا ہے:

﴿وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ﴾

(الأنعام: 59)

امام نوویؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے علاماتِ قیامت کی تطبیق میں احتیاط اور عدم قطعیت پر زور دیا ہے۔[18]

ڈاکٹر یوسف القرضاویؒ کے مطابق:

"معاصر سیاسی واقعات کو احادیثِ فتن پر منطبق کرنے میں افراط سے علمی اور فکری انحرافات پیدا ہوتے ہیں۔"[19]

لہٰذا اسلامی منہج یہ ہے کہ نصوص پر ایمان رکھا جائے، لیکن ہر سیاسی واقعے کو قطعی طور پر ان کا مصداق قرار نہ دیا جائے۔

6.8 تنقیدی جائزہ

معاصر مذہبیات کے ماہرین کے نزدیک مذہبی پیش گوئیاں امید، اخلاقی اصلاح اور روحانی بیداری کا ذریعہ ہیں، نہ کہ سیاسی مقاصد کے حصول کا ہتھیار۔ جب مذہبی نصوص کو مخصوص سیاسی ایجنڈوں کے تابع کیا جاتا ہے تو ان کے اصل مقاصد پس منظر میں چلے جاتے ہیں اور انتہا پسندی، تصادم اور مذہبی تعصبات کو فروغ مل سکتا ہے۔[20]

(حوالہ جات Chicago Style Footnotes(

.1John J. Collins, The Apocalyptic Imagination (Grand Rapids: Eerdmans, 2016),
.2Paul Boyer, When Time Shall Be No More: Prophecy Belief in Modern American Culture (Cambridge: Harvard University Press, 1992), 12.
.3José Casanova, Public Religions in the Modern World (Chicago: University of Chicago Press, 1994), 3.
.4Carl Schmitt, Political Theology (Chicago: University of Chicago Press, 2005), 36.
.5Mark Juergensmeyer, Terror in the Mind of God (Berkeley: University of California Press, 2003), 149.
.6Carl Schmitt, Political Theology, 42.
.7John J. Collins, The Apocalyptic Imagination, 12.

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No. 1 2026

.8Catherine Wessinger, ed., The Oxford Handbook of Millennialism (Oxford: Oxford University Press, 2011), 3.
.9Ibid., 4.

.10Karen Armstrong, The Battle for God (New York: Ballantine Books, 2000), 365.
.11John J. Collins, The Apocalyptic Imagination, 18.
.12Paul Boyer, When Time Shall Be No More, 142.
.13Mark Juergensmeyer, Terror in the Mind of God, 155.
.14Jean-Pierre Filiu, Apocalypse in Islam (Berkeley: University of California Press, 2011), 214.
.15Stephen Spector, Evangelicals and Israel (Oxford: Oxford University Press, 2009), 15.
.16William McCants, The ISIS Apocalypse (New York: St. Martin's Press, 2015),
.17Catherine Wessinger, The Oxford Handbook of Millennialism, 7.
18. یحییٰ بن شرف النووی، شرح صحیح مسلم (بیروت: دار احیاء التراث العربی)، 18:23؛ احمد بن علی ابن حجر العسقلانی، فتح الباری (بیروت: دار المعرفۃ)، 13:81۔
19. یوسف القرضاوی، الصحوۃ الاِسلامیۃ بین الجحود والتطرف (قاہرہ: دار الشروق، 2001)، 188۔
.Karen Armstrong, The Battle for God, 370 .20

7۔ موجودہ سیاسی بیانیوں میں الملحمۃ العظمیٰ اور آرمگڈن کا استعمال: ایک تجزیاتی مطالعہ

7.1 تمہید

عصر حاضر میں مذہبی پیش گوئیوں اور آخر الزمانی تصورات نے صرف مذہبی عقائد کے دائرے تک محدود رہنے کے بجائے سیاسی، سماجی اور ابلاغی میدانوں میں بھی نمایاں مقام حاصل کر لیا ہے۔ بالخصوص "الملحمۃ العظمیٰ" اور "آرمگڈن" جیسے تصورات کو مختلف ریاستی، مذہبی اور نظریاتی حلقوں نے اپنے سیاسی بیانیوں (Political Narratives) کا حصہ بنایا ہے۔ ان تصورات کے ذریعے بین الاقوامی تنازعات، جنگوں اور جغرافیائی تبدیلیوں کو ایک مقدس اور الٰہی تناظر میں پیش کیا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں عوامی رائے، سیاسی فیصلوں اور نظریاتی وابستگیوں پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔[1]

7.2 امریکی ایونجیلیکل تحریک اور آرمگڈن کا بیانیہ

امریکہ میں ایونجیلیکل (Evangelical) عیسائی تحریک کا ایک بڑا طبقہ بائبل میں مذکور آرمگڈن، حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی اور اسرائیل کے قیام کو ایک دوسرے سے مربوط سمجھتا ہے۔ اس فکر کے مطابق مشرق وسطیٰ میں اسرائیل کا استحکام الٰہی منصوبے کا حصہ ہے۔[2]

اسٹیفن سپیکٹر (Stephen Spector) لکھتے ہیں:

"بہت سے امریکی ایونجیلیکل عیسائی اسرائیل کی حمایت کو محض سیاسی نہیں بلکہ مذہبی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔"[3]

پال بوئیر (Paul Boyer) کے مطابق:

"بائبلی پیش گوئیوں نے امریکی سیاسی ثقافت اور خارجہ پالیسی پر قابلِ ذکر اثرات مرتب کیے ہیں۔"[4]

اس تناظر میں بعض امریکی صدور کی مشرق وسطیٰ پالیسیوں اور اسرائیل کے ساتھ غیر معمولی تعلقات کو بعض محققین ایونجیلیکل اثرات سے منسلک کرتے ہیں۔

7.3 Christian Zionism اور اسرائیل کی سیاست

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337
Vol.4 No. 1 2026

Christian Zionism ایک مذہبی-سیاسی نظریہ ہے جس کے مطابق اسرائیل کا قیام، یروشلم کی حیثیت اور مشرق وسطیٰ کے حالات بائبل کی پیش گوئیوں کا حصہ ہیں۔اس نظریے کے حامل حلقے سمجھتے ہیں کہ ان واقعات کے ذریعے آرمگڈن اور حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد کی راہ ہموار ہو گی۔[5]

گریس ہالسل (Grace Halsell) کے مطابق:

"Christian Zionism نے مذہبی عقائد کو امریکی خارجہ پالیسی اور اسرائیلی مفادات کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔"[6]

اس طرح مذہبی پیش گوئیاں بین الاقوامی سیاست کا ایک مؤثر عنصر بن جاتی ہیں۔

7.4 داعش اور الملحمۃ العظمیٰ کا بیانیہ

معاصر اسلامی دنیا میں داعش (ISIS) نے "الملحمۃ العظمیٰ" کے تصور کو اپنے نظریاتی پروپیگنڈے کا بنیادی حصہ بنایا۔ شام کے شہر دابق کو احادیث میں مذکور مقام قرار دے کر تنظیم نے اسے آخری معرکے کی سرزمین کے طور پر پیش کیا۔ اسی مناسبت سے اس نے اپنے انگریزی رسالے کا نام "Dabiq" رکھا۔[7]

ولیم میک کینٹس (William McCants) لکھتے ہیں:

"داعش نے آخرالزمانی روایات کو اپنی حکمت عملی اور بھرتی کی مہم کا مرکزی عنصر بنایا۔"[8]

ژاں پیئر فیلیو (Jean-Pierre Filiu) کے مطابق:

"داعش نے احادیث کی مخصوص تعبیرات کے ذریعے اپنے سیاسی عزائم کو مذہبی تقدس عطا کرنے کی کوشش کی۔"[9]

جمہور علماء نے ان تعبیرات کو نصوص کا غلط استعمال قرار دیا اور ان کی تردید کی۔

7.5 مشرق وسطیٰ کے تنازعات اور آخرالزمانی تعبیرات

فلسطین، شام، عراق اور ایران سے متعلق کشیدگی کو بعض مذہبی حلقے آخرالزمانی پیش گوئیوں کے تناظر میں دیکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ واقعات "آخری جنگ" کے مقدمات ہیں، جبکہ سیاسی ماہرین ان تنازعات کو تاریخی، معاشی اور جغرافیائی عوامل کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔[10]

مارک جورگنسمائر (Mark Juergensmeyer) کے مطابق:

"کونیاتی جنگ کے تصورات سیاسی تنازعات کو مقدس حیثیت عطا کر دیتے ہیں۔"[11]

اس کے نتیجے میں بعض تنازعات کو محض سیاسی مسئلہ نہیں بلکہ مذہبی فریضہ سمجھا جانے لگتا ہے۔

7.6 روس۔یوکرین جنگ اور آرمگڈن کا بیانیہ

روس۔یوکرین جنگ (2022ء تا حال) کے دوران متعدد مذہبی حلقوں اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر یہ دعویٰ سامنے آیا کہ یہ جنگ آرمگڈن یا تیسری عالمی جنگ کی تمہید ہے۔ اگرچہ ایسی تعبیرات زیادہ تر غیر علمی اور عوامی سطح پر پائی جاتی ہیں، تاہم ان کا اثر عوامی ذہن سازی پر ضرور پڑتا ہے۔[12]

جان جے کولنز (John J. Collins) کے مطابق:

"بحرانوں کے زمانے میں آخرالزمانی تصورات نئی تعبیرات اختیار کر لیتے ہیں اور اجتماعی توقعات کو متاثر کرتے ہیں۔"[13]

7.7 میڈیا، سوشل میڈیا اور اپوکلپٹک بیانیے

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No. 1 2026

ڈیجیٹل دور میں میڈیا اور سوشل میڈیا نے آخرالزمانی تصورات کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ یوٹیوب، فیس بک، ایکس (Twitter) اور دیگر پلیٹ فارمز پر جنگوں، وباؤں اور عالمی بحرانوں کو "قیامت کی علامات" یا "آخری جنگ" کے عنوان سے پیش کیا جاتا ہے۔[14]

کیترین ویسنگر (Catherine Wessinger) لکھتی ہیں:

"آخرالزمانی عقائد اجتماعی رویوں اور سماجی ردعمل کو متاثر کرتے ہیں۔"[15]

اس رجحان سے خوف، سنسنی خیزی اور سازشی نظریات کو فروغ ملتا ہے۔

7.8 عوامی نفسیات اور سیاسی متحرکیت (Political Mobilization)

مذہبی پیش گوئیاں عوامی جذبات، خوف، امید اور نجات کے احساسات کو متحرک کرتی ہیں۔ سیاسی رہنما اور نظریاتی تحریکیں ان تصورات کے ذریعے اپنے حامیوں میں اتحاد اور قربانی کا جذبہ پیدا کرتی ہیں۔[16]

مارک جورگنسمائر کے مطابق:

"مذہبی تصورات سیاسی جدوجہد کو اخلاقی اور مقدس رنگ فراہم کرتے ہیں۔"[17]

7.9 علمی و اسلامی تنقید

اسلامی نقطۂ نظر سے ہر سیاسی واقعے کو "الملحمۃ العظمیٰ" یا احادیثِ فتن کا مصداق قرار دینا درست نہیں۔ امام نوویؒ، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور معاصر علماء نے اس معاملے میں احتیاط اور اعتدال کی تلقین کی ہے۔[18]

ڈاکٹر یوسف القرضاویؒ لکھتے ہیں:

"غیبی امور میں غیر ضروری تطبیقات اور یقینی دعوے علمی منہج کے خلاف ہیں۔"[19]

اسی طرح جدید عیسائی مفکرین اور مذہبیات کے ماہرین بھی آرمگڈن کی سیاسی تعبیرات میں احتیاط کی ضرورت پر زور دیتے ہیں۔[20]

نتیجہ

معاصر سیاسی بیانیوں میں "الملحمۃ العظمیٰ" اور "آرمگڈن" کا استعمال مذہب، سیاست اور ابلاغ کے باہمی تعامل کی ایک نمایاں مثال ہے۔ اگرچہ یہ تصورات مذہبی عقائد کا حصہ ہیں، لیکن ان کی سیاسی تعبیرات اکثر نظریاتی مفادات، قومی پالیسیوں اور جغرافیائی سیاست سے متاثر ہوتی ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ان موضوعات کا مطالعہ علمی، تاریخی اور تنقیدی زاویے سے کیا جائے تاکہ مذہبی پیش گوئیوں کو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرنے کے رجحانات کو بہتر طور پر سمجھا جا سکے۔

حوالہ جات (Chicago Style Footnotes).

1. John J. Collins ,*The Apocalyptic Imagination* (Grand Rapids: Eerdmans, 2016), 12 .
2. Paul Boyer ,*When Time Shall Be No More* (Cambridge: Harvard University Press, 1992), 142 .
3. Stephen Spector ,*Evangelicals and Israel* (Oxford: Oxford University Press, 2009), 15 .
4. Paul Boyer ,*When Time Shall Be No More* .5 ,
5. Stephen Spector ,*Evangelicals and Israel* .23 ,
6. Grace Halsell ,*Forcing God's Hand* (Washington, D.C.: Crossroads International Press, 1999), 11 .

7. Jean-Pierre Filiu ,*Apocalypse in Islam* (Berkeley: University of California Press, 2011), 214 .
8. William McCants ,*The ISIS Apocalypse* (New York: St. Martin's Press, 2015),
9. Jean-Pierre Filiu ,*Apocalypse in Islam* .215 ,
10. John J. Collins ,*The Apocalyptic Imagination* .18 ,
11. Mark Juergensmeyer ,*Terror in the Mind of God* (Berkeley: University of California Press, 2003), 149 .
12. Catherine Wessinger, ed ,.*The Oxford Handbook of Millennialism* (Oxford: Oxford University Press, 2011), 7 .
13. John J. Collins ,*The Apocalyptic Imagination* .12 ,
14. Catherine Wessinger ,*The Oxford Handbook of Millennialism* .4 ,
15. Ibid., 4 .
16. Karen Armstrong ,*The Battle for God* (New York: Ballantine Books, 2000), 365 .
17. Mark Juergensmeyer ,*Terror in the Mind of God* .155 ,
18. یحییٰ بن شرف النووی، *شرح صحیح مسلم* (بیروت: دار احیاء التراث العربی)، 18:23؛ احمد بن علی ابن حجر العسقلانی، *فتح الباری* (بیروت: دار المعرفۃ)، 13:81۔
19. یوسف القرضاوی، *الصحوۃ الإسلامیۃ بین الجحود والتطرف* (قاہرہ: دار الشروق، 2001)، 188۔
20. Karen Armstrong ,*The Battle for God*.370 ,

8۔ نتائجِ بحث، تجزیہ اور سفارشات (Conclusion and Recommendations)

8.1 تمہید

الملحمۃ العظمٰی اور آرمگڈن سے متعلق تصورات صدیوں سے اسلامی اور یہودی-عیسائی مذہبی روایات کا حصہ رہے ہیں۔ یہ تصورات محض مذہبی عقائد کی نمائندگی نہیں کرتے بلکہ انسانی تاریخ، مستقبل، خیر و شر کی کشمکش اور الٰہی مداخلت کے بارے میں ایک مخصوص فکری تناظر بھی فراہم کرتے ہیں۔ عصر حاضر میں ان تصورات کی نئی تعبیرات اور سیاسی استعمال نے انہیں مذہبیات، بین الاقوامی تعلقات، سیاسیات اور ابلاغیات کے میدانوں میں ایک اہم موضوع بنا دیا ہے۔ اس تحقیق کا بنیادی مقصد ان دونوں تصورات کے مذہبی ماخذات، تقابلی پہلوؤں اور معاصر سیاسی بیانیوں میں ان کے استعمال کا تجزیاتی مطالعہ کرنا تھا۔

8.2 نتائجِ بحث (Findings)

اس تحقیقی مطالعے سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

1۔ الملحمۃ العظمٰی اور آرمگڈن دو مختلف مذہبی تصورات ہیں

اگرچہ دونوں تصورات میں خیر و شر کی کشمکش، آخر الزمانی معرکہ اور الٰہی غلبے جیسے عناصر مشترک ہیں، لیکن ان کے مذہبی مصادر، زمانی ترتیب، عقائدی پس منظر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کردار کے حوالے سے نمایاں اختلافات موجود ہیں۔ اس لیے دونوں کو ایک ہی تصور قرار دینا علمی اعتبار سے درست نہیں۔[1]

2۔ دونوں تصورات کے بنیادی ماخذات مختلف ہیں

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.4 No. 1 2026
ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

الملحمۃ العظمیٰ کی بنیاد احادیث نبویہ پر ہے، جبکہ آرمگڈن کا اصل ماخذ کتاب مکاشفہ (Book of Revelation) اور یہودی-عیسائی آخر الزمانی روایات ہیں۔[2]

3۔ قرآنی نصوص میں الملحمۃ العظمیٰ کا صریح ذکر موجود نہیں

قرآن مجید میں اس کا براہ راست ذکر نہیں ملتا، جبکہ اس سے متعلق تفصیلات احادیث نبویہ میں بیان ہوئی ہیں۔ اسی بنا پر محدثین اور فقہاء نے ان روایات کی تعبیر میں احتیاط اور اعتدال پر زور دیا ہے۔[3]

4۔ مذہبی پیش گوئیوں کی تعبیر میں اختلاف ایک فطری امر ہے

اسلامی علماء اور عیسائی مفکرین دونوں کے ہاں آخر الزمانی روایات کی تعبیرات میں تنوع پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان نصوص کو معاصر واقعات پر منطبق کرنے میں قطعی رائے قائم کرنا مشکل ہے۔[4]

5۔ معاصر سیاسی بیانیوں میں مذہبی پیش گوئیوں کا نمایاں استعمال موجود ہے

امریکی ایونجیلیکل تحریک، Christian Zionism اور داعش جیسے گروہوں نے ان تصورات کو اپنے نظریاتی اور سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کیا، جس سے مذہب اور سیاست کے باہمی تعلق کی نئی جہتیں سامنے آئیں۔[5]

6۔ میڈیا اور سوشل میڈیا نے آخر الزمانی بیانیوں کو وسعت دی ہے

جدید ذرائع ابلاغ نے جنگوں، وباؤں اور عالمی بحرانوں کو قیامت کی علامات اور آخری جنگوں کے تناظر میں پیش کرنے کے رجحان کو فروغ دیا، جس سے عوامی نفسیات، مذہبی جذبات اور سازشی نظریات متاثر ہوئے۔[6]

7۔ اسلامی منہج اعتدال اور احتیاط پر مبنی ہے

امام نووی، حافظ ابن حجر عسقلانی، ابن کثیر اور معاصر علماء نے اس امر پر زور دیا ہے کہ علاماتِ قیامت پر ایمان رکھا جائے، لیکن ہر سیاسی واقعے کو ان روایات کا مصداق قرار دینے سے اجتناب کیا جائے۔[7]